(دعوت الی اللہ کورس)

چوتھا حصہ

GRASS ROOTER

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

(دعوت الی اللہ کورس)

چوتھا حصہ

GRASS ROOTER

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : GRASS ROOTER (دعوت الی اللہ کورس) چوتھا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : دسمبر 2017ء

تعداد : 1200

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034, 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا کا سب سے عظیم کام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے لیا، اس سے افضل کوئی کام نہیں ہے کہ انسان کو ربّ عظیم اپنے کام پر لگا لے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نے تجھے اپنے کام کا بنا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے ساتھ اس سیشن کا آغاز کرتے ہیں کہ یا اللہ تو ہمیں اپنے کام کا بنا لے۔ ہمارے اندر کتنی صلاحیت ہے؟ ہم کہاں تک یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں؟ فیصلہ ہمارے بس میں نہیں ہے:

یاارحم الراحمین! تو قوت بھی دینا

یااللہ! کام کرنے کے مواقع بھی دینا

یااللہ! اسے قبول بھی فرمالینا

یااللہ! تو ہم سے اس کے بدلے میں راضی ہوجانا

یااللہ! ان سارے کاموں کو بہت برکتوں والا بنانا

یااللہ! ان کاموں کو اپنی رحمتوں کے حصول والا بنادینا

کام ہے دعوت الیٰ اللہ کا اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ الٰہی کام ہے۔ جب کوئی کسی تقریب کا پیغام پہنچاتا ہے تو:

دراصل وہ ربّ کا کام کرتا ہے

جہانوں کے بادشاہ کا کام کرتا ہے

وہ کام جو سب سے افضل ہے

اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے

ایک بچی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہمیں جب سب لوگ خوشخبری دیتے ہیں کہ آپ لوگ چنے ہوئے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کام کے لئے چنا ہے تو ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے اندر ایسی کون سی بات ہے اور اس بات کا یقین شاید دل کے اندر نہیں اترتا

۔تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کا انتخاب کیا تھا، انبیاء کو چنا تھا تو انھیں پتہ تھا؟ پتہ تو انھیں بھی نہیں تھا حتیٰ کہ ایک لمحہ پہلے بھی معلوم نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنے کام کے لئے منتخب کرتا ہے تو رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ اس کام کے لئے تیار کیا جاتا ہے جیسے نبی ﷺ کو تیار کیا گیا۔ سب سے پہلا کام جو آپ ﷺ سے لیا گیا وہ کون سا تھا؟ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی بتاتی ہے "اقراء" پڑھنے کا کام ہی سب سے پہلے لیا گیا اور پڑھنا کیسے ممکن ہے؟ کتنی وضاحت کے ساتھ بتایا گیا:

﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ﴾ (العلق:1)

"آپ پڑھیں اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

یہی تو پیغام ہے جو دنیا کو دینا ہے کہ پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا اور پھر ایک کے بعد ایک موتی جڑا ہوا ہے:

﴿خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ﴾ (العلق:2)

"اُس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔"

یعنی وہ انسان پڑھے گا جس کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، جمے ہوئے خون سے کیسا انسان وجود میں آیا کہ جو سنتا ہے، بولتا ہے، سمجھتا ہے، بیان کرتا ہے اور خود ربّ العزت نے جب سورہ الرحمن نازل کی تو اس کے بارے میں مزید وضاحت کی ہے۔

﴿اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ﴾ (الرحمٰن:1,2)

"وسیع رحمت والے نے۔ قرآن کی تعلیم دی۔"

وہ وسیع رحمت والا ہے جس نے قرآن سکھایا

﴿خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ﴾ (الرحمٰن:3)

"اُس نے انسان کو پیدا کیا۔"

﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمن:4)

''اُسے بولنا سکھایا۔''

اس راستے کا بڑا اہم سنگ میل ہے بیان یعنی Communicate کرنا جو مافی الضمیر ہے اس کو بیان کرنا۔ جو بات دل کے اندر اترتی ہے وہ بیان کرنی آسان ہوتی ہے اور جس چیز کا اثر دل میں نہیں ہوتا وہ زبان پر بھی مشکل سے آتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ انسان بیان تو بہت اچھا کر لیتا ہے لیکن وہ بات اس کے دل میں نہیں ہوتی، وہ ایک آرٹ ہے، وہ محض دل کی بات نہیں ہوتی۔ لیکن جب کوئی ربّ عظیم کا کا پیغام دوسروں تک پہنچاتا ہے تو وہی بات اثر انداز ہوتی ہے جو دل میں اترتی ہے جیسے اقبال نے کہا:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہ دعوت الی اللہ کا کام ہے اور اس کی پہلی منزل وہ علم ہے جو رب العزت نے دیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ یہ علم سیکھنے کا موقع دیتا ہے وہ دوسری منزل تک پہنچ سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ پہنچ جائے، چاہے ساری کتاب (قرآن حکیم) پڑھ جائے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ:

انسان پڑھتا ہے
اس کے معنی بھی جان لیتا ہے
اور اس کو سمجھ بھی لیتا ہے
لیکن! بات دل کے اندر نہیں اترتی

جانتے ہیں کیوں؟

انسان اس پر غور و فکر نہیں کرتا

اور جب تک کوئی اپنی تنہائیوں میں فطرت کے مظاہر دیکھتے ہوئے غور و فکر نہیں کرتا، اپنی مجلسوں میں تذکرہ نہیں کرتا اس وقت تک یقین دل کے اندر نہیں اترتا عجیب بات

ہجو خطبہ الحجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً

میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو اگر چہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی:2699)

آپ جانتے ہیں یہ پہنچانا کیا اثر کرتا ہے؟ مجھے مولانا اشرف علی تھانوی کی یہ بات بہت زیادہ Motivate کرتی ہے، ترغیب دلاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''جب اللہ تعالیٰ کے دین کا علم سیکھا اور اسے سکھانا شروع کیا تو جو چیز دل کو گھیرتی تھی وہ یہ خیال تھا کہ خود تو ابھی عمل نہیں کیا دوسروں کو کیسے پہنچائیں؟ پھر مجھے جس چیز نے سب سے زیادہ فائدہ دیا وہ یہ سوچ تھی کہ جو پہنچاؤں گا ان شاء اللہ اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہوں گا۔''

یہ ارادہ انھیں اس سلسلے میں آگے بڑھاتا چلا گیا۔ وہ پہنچاتے بھی رہے اور عمل بھی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے اور وہ سارے افراد جو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتے رہے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کی قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے جنھوں نے اپنی زندگی کے سارے کاموں پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کو ترجیح دی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام یہ حق رکھتا ہے کہ اس کو اولین ترجیح (Top Priority) پہ رکھا جائے لیکن دنیا میں رہنے والے سب لوگ برابر نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ حالات کے ہاتھوں اتنے زیادہ مجبور ہو جاتے ہیں کہ انھیں روزی کی فکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے عورت پر معاش کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ پھر بھی اگر کوئی اتنا مجبور ہو جائے کہ اس کے سر پر اپنی فیملی کو Support کرنے کی ذمہ داری آجائے تو یہ اور بات ہے۔ خواتین کے لئے یہ بڑا اچھا موقع ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی اولین ترجیح (Top Priority) اللہ تعالیٰ کے دین کا پیغام پہنچانا رکھیں۔

میں یہ بات محض کچھ فقروں کے صورت میں آپ کے سامنے نہیں رکھنا چاہتی بلکہ آپ اس کام کا ارادہ کریں کیونکہ ارادہ زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔آپ کی زندگی میں اولین ترجیح (Top Priority) کا کام کون سا ہوگا؟ دعوت الی اللہ کا کام یا زندگی کے دوسرے کام۔ جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں انھیں بھی اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے، وہ بھی اپنی زندگی کے سارے کام کرتے ہیں، کیونکہ اللہ پاک نے دنیا سے کٹ کر رہنا نہیں سکھایا بلکہ دنیا میں رہ کر ربّ کا ہو کر رہنا سکھایا ہے۔

جدید دور میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے کتنے زیادہ ذرائع ہیں۔اگر کوئی ساری دنیا سے کٹ گیا اور کسی جگہ پر اسے محدود کر دیا گیا ہے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ اپنے گھر بیٹھے پوری دنیا سے Connect ہو سکتا ہے۔ ہر ایک کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسے کسی مرحلے پر ذاتی ذمہ داریاں ہوتی ہیں، کہیں پر فیملی کی ذمہ داری ہوتی ہے، کہیں بچوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ان ساری ذمہ داریوں کے ساتھ دین کا کام کرنا مشکل نہیں ہے۔تجربے کی بات ہے آپ بھی کر کے دیکھ لیجیے، مشکل نہیں ہے۔کیا آپ ارداہ رکھتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا آپ کی اولین ترجیح (Top Priority) پر ہے؟

جو کام اولین ترجیح (Top Priority) پر ہو وہ انسان کے لئے سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا Passion ہوتا ہے باقی کام اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں اور رکتا کچھ بھی نہیں ہے۔زندگی کا وقت، زندگی میں ملنے والی صلاحیتیں اور اس کے علاوہ زندگی میں جو کچھ ملا ہے وہ ربّ کی خاطر لگ جائے تو اس سے بڑی کامیابی کیا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی جنت اور جنت الفردوس ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی زندگی میں سب سے بڑا مقام دیتے ہیں اور دعوت الی اللہ کرنے والا عملی طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے لیے ربّ کی ذات سب سے بڑی ہے۔یہی وہ اللہ اکبر ہے جس کو آپ مساجد میں اذان کی صورت میں سنتے ہیں، جس کو آپ نماز کا آغاز کرتے ہوئے اور نماز کے ہر عمل سے

پہلے اور ہر عمل کے اختتام پر کہتے ہیں۔اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) لہٰذا:

اللہ تعالیٰ کو اولین ترجیح (Top Priority) پہ ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ کے کام کو اولین ترجیح (Top Priority) پہ ہونا چاہیے

میں ان لوگوں کو مبارک باد دینا چاہتی ہوں جنھوں نے اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ پہلا فیصلہ مشکل ہوتا ہے لیکن اس کو تر و تازہ رکھنا اور مسلسل تر و تازہ رکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ جیسے بیج بو دینا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا بونے کے بعد اس کی فصل کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ تو بونا بھی اہم کام ہے اور بونے کے بعد فصل سنبھالنا بھی اہم کام ہے۔ داعی یعنی دعوت دینے والا، پیغام پہنچانے والا ایک کاشتکار کی طرح ہوتا ہے اور اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں اس کا ظہار کیا ہے۔ سورہ الفتح کی آیت نمبر 29 میں رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے''

﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ﴾ ''اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں''

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

''وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں''

مومنوں کی مثال ہے کہ وہ آپس میں شفیق اور رحیم ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کا ساتھ دیا۔ وہ کیسے لوگ ہیں؟ اللہ پاک ان کی خصوصیت بیان کرتے ہیں آپ دیکھنا چاہتے ہو تو انہیں دیکھو:

﴿رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

''رکوع میں، سجدے میں، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں۔''

مجھے یہ بات بہت پیاری لگتی ہے کیونکہ یہی اس کی اصل روح ہے کہ انسان کھوجی

ہے، متلاشی ہے۔ تو داعی الی اللہ کو ہر کام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کا فضل Motivate کرتا ہے، ترغیب دلاتا ہے کیونکہ وہ اسی کی تلاش میں ہوتا ہے۔

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾

''ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات سے علامات ہیں۔''

یعنی ان کا چہرہ ان کی عاجزی کی غمازی کرتا ہے۔ یہ ان کی ذاتی خصوصیات ہیں کہ ان کا عبادت میں دل لگتا ہے۔ اگر آپ داعی الی اللہ بننا چاہتے ہیں تو رکوع اور سجدوں کو درست کرلیں، خشوع وخضوع سیکھیں اور ایسا بن جائیں جس کو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا سب سے زیادہ محبوب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

''مجھے دنیا کی سب چیزوں میں عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (نسائی:3392)

نماز دین کا ستون ہے، یہ نماز ہے جو مومن، کافر اور مشرک میں فرق کرنے والی ہے۔ یہ نماز دراصل کیا ہے؟

ربّ رحمن سے سرگوشی ہے

ربّ کریم سے مناجات ہیں۔

ربّ عظیم کے سامنے عبودیت کے جذبے کا اظہار ہے۔

کس طرح سے نماز میں بندہ Surrender کرتا ہے۔ یہ کس چیز کی علامت ہے؟ کہ میں نے ہتھیار ڈال دیے، میں نے اپنا آپ بچھا دیا۔

اسلام کا اصلی اظہار اسی ''اللہ اکبر'' میں ہے۔ پھر جب انسان ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ رب العزت کی بڑائی کو بیان کرتا ہے، جب وہ رکوع میں جاتا ہے، پھر جب وہ کھڑا ہوتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے اور کہتا ہے اللہ پاک ہے، عظمت والا، بلندی والا ہے۔ سن لی اللہ تعالیٰ نے اس کی بات جس نے اس کی حمد بیان کی اور اے ہمارے رب! ہم تو تیرے

لیے ہیں۔ نبی ﷺ کے لیے زندگی میں سب سے زیادہ عزیز چیز نماز تھی۔ جب آپ کا انتقال ہو رہا تھا تو آپ کی زبان پر جو آخری الفاظ تھے:

﴿الصلوٰۃ الصلوٰۃ﴾

''نماز، نماز۔''

یہ نماز ہے جس سے ابلیس روکنا چاہتا ہے، جس میں خلل ڈالنا چاہتا ہے اور جس کے لیے بہت محنت کی ضرورت ہے۔

تو آج سے ہم بھی ایک کام کا ارادہ کر لیں اور یہ کام مستقل جاری رہے گا کہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے اور خاص طور پر نماز وسطیٰ یعنی عصر کی نماز کی۔ تو یہ پہلا کام ہے داعی الی اللہ کا۔

﴿تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾

''آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں۔''

نبی ﷺ کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ دو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کس طرح سے رات کو نیند توڑ کر تہجد کی نماز ادا کرتے تھے جو آپ کے لیے فرض تھی۔ آپ ﷺ کس طرح سے دن کے مختلف اوقات میں بھی نوافل ادا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ﴾

''اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا ن بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے اور اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرے تو میں ضرور اُسے دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اُسے ضرور پناہ دوگا۔'' (بخاری:6502)

جو اللہ تعالیٰ کے متلاشی ہیں وہ اسے سجدوں میں تلاش کریں۔کہاں مٹی سے بنا ہوا انسان، جو مخلوق ہے اور کہاں جہانوں کا بادشاہ! جو انسان نوافل کے ذریعے قرب اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے کہ بندہ نفل عبادت کرے اور اس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق دیکھنے کے قابل ہو جائے۔جانتے ہیں کیوں نماز کی اتنی اہمیت ہے؟

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت:45)

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

اور بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے اسی لیے رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (العلق:19)

''اور سجدہ کرو اور بہت قریب ہو جاؤ۔''

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ایک اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو کر کیا جانے والا سجدہ کتنی قیمتی ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم ویسی نمازیں پڑھیں جیسی نمازیں نبی ﷺ نے ادا کیں:

یا اللہ! ہمیں ایسے سجدے نصیب کردے

یا اللہ! ہمیں ایسی نمازیں نصیب کردے

نبی ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

''نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔'' (بخاری:631)

اس میں کوئی شک نہیں دیکھنے والی آنکھ کو نماز کے ظاہری مناظر نظر آتے ہیں یعنی قیام، رکوع، سجدہ اور اسی طرح سے باقی اعمال۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کی دلی کیفیات بھی اس کے کھڑے ہونے سے، اس کے سجدوں سے، اس کے رکوع سے جھلکتی ہے۔ تو جیسے نبی ﷺ نے نماز پڑھی، جیسے رکوع، سجدے اور قیام انہوں نے کیے اسی طرح سے ہم بھی کریں لیکن خشوع بھی اسی طرح کا ہو۔

یا اللہ! ہمیں اسی طرح کا خشوع نصیب فرمادے

اور دوسری مثال کھیتی کی ہے کہ داعی الی اللہ کاشت کار کی طرح ہوتا ہے۔ کاشت کار کبھی اپنے کھیت سے غافل نہیں ہوتا اس کے لیے سب سے بڑا Passion اس کا کھیت ہوتا ہے۔

﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ قف كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح:29)

''اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے

نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

اوراس کی مثال انجیل میں یوں ہے جیسے ایک کھتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی۔

یعنی کھیت ہے اور کھیت میں ایک پودا نہیں ہوتا مثلاً گندم کا کھیت ہے اور اگر بہت چھوٹا کھیت ہو پھر بھی اس میں بے شمار پودے ہوتے ہیں یعنی ایک ایکڑ زمین میں بھی کتنی بڑی تعداد میں پودے ہوتے ہیں۔ اللہ پاک یہ چاہتے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے ذریعے سے ایسا گروپ وجود میں آئے جو حق کا علمبردار ہو، جو باطل پرستوں پر بوجھ بن جائیں، وہ اس کو دیکھ کر حسد محسوس کریں اور انہیں اچھا نہ لگے۔ مضبوط گروپ، یقیناً ایسے گروپ ہوتے ہیں جو دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیج کسی دل کے اندر بوتا ہے تو اس کے بعد اسے زمانے کے سرد و گرم کے حوالے نہیں کر دیتا۔ بلکہ وہ اس بیج کو پھوٹنے سے لے کر اس کی کونپل نکلنے اور جڑ نکلنے سے لے کر اس کے تنا آور درخت بننے تک اس کی حفاظت کرتا ہے۔ داعی الی اللہ کا کام دراصل صالح انسان کی تیاری کا کام ہے۔ صالح انسان کیسے تیار ہوتا ہے اور صالح انسان کی مثال اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں کیسے دی ہے؟ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے جیسے سورۃ ابراہیم میں ہمیں اس کا ذکر ملتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾(ابراهیم:۲۴)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

﴿كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾

"کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ کی طرح ہے۔"

جیسے پاک ذات کا درخت ہو۔

کلمہ طیبہ کون سا ہے؟ طیب کلام۔طیب کسے کہتے ہیں؟ پاک کو۔

اور کلام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی کلام ہے

اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے جو شخص کام کرتا ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی آگے پہنچاتا ہے اس کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے۔یعنی ان ساری منزلوں (Stages) کو تو ایک طرف رکھ دیا کہ وہ کلمہ طیبہ کیسے بیج سے کونپل، کونپل سے پودے میں اور پھر تناور درخت میں بدلا۔کلمہ طیبہ بیج ہے اور یہ تناور درخت ہے یعنی بیج جب اگا، پھر کس طرح سے وہ پودا بنا اور پھر پورا درخت بن گیا جس پر پھل لگتا ہے یعنی تر و تازہ کھجوریں۔پھر اللہ رب العزت نے صالحیت کی مثال دی ہے:

﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾

''اس کی جڑ زمین میں گہری اتری ہوئی ہے۔''

مضبوط ہے، ثابت ہے، اس کو بڑا اثبات ہے۔جانتے ہیں اس کی اصل کیا ہے؟ اللہ رب العزت کا تعلق، توحید، عقیدہ جو رسولوں پر ہے، جو فرشتوں پر ہے، جو کتابوں پر ہے، جو آخرت پر اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہے۔

﴿وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ (ابراہیم:24)

''اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔''

یہ کھجور کا درخت ہے جس کی شاخیں بلند ہوتی چلی جاتی ہیں۔کھجور کے درخت کتنے لمبے ہوتے ہیں اور جتنا زیادہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی ان کا قد بڑھتا چلا جاتا ہے۔یعنی اگر آپ عقیدے کا رزلٹ دیکھنا چاہیں تو ''تنے'' کی مثال دراصل ''عبادت'' کی مثال ہے۔یہ عبادت ہے جو اوپر کی ساری شاخوں کو سنبھال کر رکھتی ہے اور یہ ''شاخیں'' دراصل ''بین الانسانی تعلقات'' ہیں۔آپ کے جو معاملات لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کا

''پھل'' انسان کا ''اخلاق'' ہے۔

کتنا زیادہ سوشل ہوتا ہے داعی الی اللہ، صالح انسان۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے دین کا علم حاصل کرتے ہیں اور کتنی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم سوشل نہیں ہیں۔ تو Socialize کرنا سیکھیے کیونکہ عبادت کے بعد آپ کا سب سے بڑا کام Socialize کرنا ہے۔ اب تو ٹیکنالوجی اتنی ایڈوانس ہوگئی ہے کہ آپ کوئی پیغام دیں گے تو وہ واقعتاً دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے گا (ان شاء اللہ)۔ آپ کے پاس سوشل میڈیا کے جتنے بھی فورمز (Forums) ہیں ان کے توسط سے آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا سکتے ہیں۔

مجھے سوشل میڈیا کے حوالے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کے لیے کتنی Facebooks ہیں۔ کس طرح سے ہر کسی نے ان پر اپنی ذات کے پیغامات دینے شروع کیے ہیں اور کتنے کم Pages ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ کا پیغام مسلسل ریلیز ہوتا رہتا ہے۔ ہر کوئی اپنی ذات کی بڑائی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور جو وہ چاہتا ہے دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ میں اس وقت کیا محسوس کر رہا ہوں؟ میں کہاں ہوں؟ Status Upload ہوتا ہے میں فلاں مقام پر ہوں۔ اگر آپ دعوت الی اللہ کے لیے کسی مقام پر ہیں تو بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نکل کر جانا نصیب ہوا، اگر کسی اور مقصد کے تحت ہیں تو پھر سوچنے کی بات ہے۔ پھر یوٹیوب (YouTube) پر کتنے چینل ہیں اور کتنے کم چینل ہیں جو دعوت الی اللہ کے لیے ہیں۔ کوئی اپنا چینل بنائے اور اللہ تعالیٰ کی بات کے سوا اس سے کوئی چیز ریلیز نہ ہوتی ہو یہی دراصل:

﴿وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ (ابراھیم:24)

''اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔''

ہماری سوسائٹی میں یہ کہا جاتا ہے کہ دین کا علم سیکھا ہے تو اب گھر بیٹھو اور اپنے گھر

والوں تک اس پیغام کو پہنچاؤ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلا حق انہی کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾(التحریم:6)

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

لیکن داعی الی اللہ نے اپنے آپ کو محدود نہیں کرنا بلکہ جہاں تک ممکن ہو، جتنی استطاعت ہو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتے رہنا ہے اور اس میں دوسروں کے ساتھ بھی تعاون کرتے رہنا ہے۔

دعوت الی اللہ کے کام کے بارے میں یقین رکھیے کہ یہ خدائی کام ہے، یہ الٰہی کام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ کسی انسان کا ذاتی کام نہیں ہے۔جب آپ دعوت الی اللہ کے کام کے لیے کسی کے ساتھ معاونت کرتے ہیں تو آپ کسی کی ذات کے لیے معاونت نہیں کرتے، کسی کی ذات پر احسان نہیں کرتے اور آپ کسی پر احسان نہیں جتا سکتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اللہ تعالیٰ کا کام کرنے والا اس کا اجر کسی انسان سے نہیں لیتا، وہ کسی سے اجر لینے کا متمنی نہیں ہوتا اور وہ اجر لینے کے لیے کام نہیں کرتا کیونکہ سارے پیغمبروں نے یہ کہا تھا کہ:

﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾(ھود:29)

''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔''

وہ کہتا ہے میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔داعی الی اللہ جس فضل کا متلاشی ہوتا ہے وہ دنیا میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اللہ تعالیٰ کی جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جس کے نتیجے میں وہ جنت ملنے والی ہے۔

﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾(الفتح:29)

''وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں۔''

دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو نوکری تلاش کرتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو روزی کی تلاش میں گھر سے نکلتے ہیں لیکن اللہ پاک نے آپ کو اپنے لیے نکلنے کا موقع دیا ہے۔ رب رحمن نے کس گھرانے سے چن کر اپنے لیے نکالا ہے۔ آپ ربانی رزق کی تلاش میں گھر سے نکلتے ہیں (الحمدللہ رب العالمین)۔ اس پر جتنا شکر ادا کریں کم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرنے کے لیے آتے ہیں۔ کون ہے جو رزق پانے میں اپنے آپ کو محدود (Limited) کرنا چاہے؟

فرض کریں دنیا میں کسی کو ایک لاکھ روپیہ تنخواہ (Salary) کی صورت میں مل رہا ہے اور اس کو پتہ چلے کہ دس لاکھ ملے گا تو کیا وہ کہے گا نہیں نہیں میرے لیے ایک لاکھ روپیہ ٹھیک ہے۔ میں کہاں اتنا روپیہ سنبھال سکتا ہوں میرے لیے بس دس روپے کافی ہیں دراصل میرے گھر والے بھی ہیں اور لوگ بھی ہیں، میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گا کہ میں دس روپے سنبھال کے رکھوں۔ کبھی ایسی نادانی کی بات سنی ہے؟ لیکن دعوت الی اللہ کے لیے بہت سے نادان اس طرح کی باتیں ابتدائی دور میں کرتے رہتے ہیں اس لیے کہ ابھی بہت ساری باتیں دل کے اندر جمی ہی نہیں ہوتیں اس لیے اس کو سیکھنے کی بہت ضرورت ہے۔

دعوت الی اللہ کا کام صالح انسان کی تیاری ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں اس بات کو اچھے طریقے سے سمجھ لینا چاہیے کہ صالح انسان کی تیاری صرف باہر کے میدان میں نہیں ہوتی جب کوئی داعی الی اللہ کسی غرض کے بغیر دوسرے انسانوں کو صالح بنانے کے لیے کوشش کرتا ہے تو اس کے اپنے اندر صالحیت اس سے کہیں زیادہ تیزی سے پروان چڑھتی ہے (الحمدللہ رب العالمین) لہٰذا دعوت الی اللہ کے کام میں سب سے پہلا کام اپنی ذات پہ کرنا ہے اور اپنی نماز، اپنا علم پختہ کرنا ہے (ان شاءاللہ)۔

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ (آل عمران: 7)

''اور علم میں پختگی رکھنے والے۔''

دعوت الی اللہ کا کام اس وقت زیادہ مضبوط ہوگا جس وقت آپ کی نمازیں، آپ کا ذکر الہٰی، آپ کی دعائیں اور آپ کا اللہ تعالیٰ سے ربط مضبوط ہو جائے گا۔ جب داعی الی اللہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو تو مال خرچ کرنا اسے اور زیادہ سچا بنا دیتا ہے کیونکہ جب تک مٹھی بند رہتی ہے دل بھی بند رہتا ہے اور مٹھی کھلنے سے دل کھلتا ہے۔ ان کاموں کے بعد (Communication) یعنی بیان کرنا سیکھئے کہ جو پیغام دینا ہے مرتب انداز (Composed Form) میں دینا ہے، بے ربط پیغام نہیں دینا کیونکہ اس کے اثرات اچھے نہیں ہوتے۔ کسی موقع پر وہ انسان مربوط پیغام دے سکتا ہے جو پہلے سے پیغامات دینے سیکھتا ہے۔

اگلی بات بہت اہم ہے کیونکہ اس Process میں آپ عمل صالح بھی کریں گے اور دوسری بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے دل کے اندر یقین اترے گا۔ جتنا آپ دعوت الی اللہ کا کام کریں گے اتنا گہرا یقین آپ کے دل کے اندر اترے گا کیونکہ جب آپ ایک انگلی کسی کی طرف اٹھاتے ہیں تو چار انگلیاں آپ کی اپنی طرف اٹھتی ہیں۔ داعی الی اللہ خیر خواہی کے ساتھ پیغام پہنچاتا ہے، جب وہ نرمی کے ساتھ، محبت کے ساتھ، بشارتیں دے کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ڈراوے دے کر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے دل کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش نازل ہوتی ہے، اس کے دل کے اندر یقین اور پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کی پختگی یقینی علم سے ہوتی ہے، عین الیقین اس کا دوسرا درجہ ہے اور حق الیقین آخری درجہ ہے۔ جو کوشش زندگی میں داعی الی اللہ نے کرنی ہے وہ یقین حاصل کرنے کے لیے ہے۔ دعوت الی اللہ کا کام اصل میں اللہ رب العزت کا کام ہے اور اس کو ربانی Spirit کے ساتھ ہی انجام دینا چاہیے جتنا زیادہ ربّ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا

ہے اتنا ہی زیادہ پیغام میں اثر آتا ہے۔اس Spirit کے بغیر جو کام کیا جاتا ہے وہ دعوت الی اللہ کا کام نہیں ہوتا یعنی بے روح ڈھانچہ ہے اور بے روح ڈھانچہ دوسروں پر کبھی اثر انداز نہیں ہوتا۔لوگ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ ہم بات کرتے ہیں لیکن ہماری بات میں اثر نہیں ہوتا،لوگ اس سے اثر قبول نہیں کرتے۔اس وجہ کو باہر تلاش نہ کریں اپنے اندر تلاش کریں،اپنے عقیدے میں،اپنے یقین میں،اپنے ایمان میں اور دعوت الی اللہ کے کام کی حقیقت کو جتنا آپ سمجھیں گے اتنا ہی زیادہ اچھے طریقے سے اس کو انجام دینے کے قابل ہوں گے۔

ایک بات اچھے طریقے سے سمجھ لیجئے کہ دعوت الی اللہ کا کام سیاست کی طرف بلانے کا کام نہیں ہے،یہ کوئی سیاسی پارٹی بنانے کا کام نہیں ہے،یہ کوئی ووٹ لینے کا کام نہیں ہے اور یہ اپنی ذات کی سربلندی کا کام بھی نہیں ہے۔ہمارے یہاں بہت سے لوگوں نے اس میدان میں ٹھوکر کھائی ہے کہ جن لوگوں نے دین کی سچی روح کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا بعد کے ادوار میں انہوں نے دین کے بارے میں یہ مفروضہ قائم کرلیا کہ دراصل دین کا کام اللہ تعالیٰ کے نظام کو قائم کرنے کا کام ہے۔جب انہوں نے یہ سوچا تو اس کے بعد ان کی زندگی میں ایک ہی کام رہ گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کے لیے یہ لازم ہے کہ انتخابات میں حصہ لیا جائے سیاسی عمل کو تیز کیا جائے اور پھر حکومت کی طاقت سے اس کام کو انجام دیا جائے۔

اس کے لیے میں ایک مثال دینا چاہتی ہوں دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک Grassrooter اور دوسرے پیراشوٹر ہوتے ہیں۔پیراشوٹر کا کام مختلف ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اوپر سے یہ ساری تبدیلی آجائے گی لیکن دعوت الی اللہ کا کام دراصل (Grassrooter) کا کام ہے یہ جڑوں میں،بنیادوں میں کیا جانے والا کام ہے۔جب تک آپ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھیں گے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کرسکیں گے۔داعی الی

اللہ کسی غرض کے بغیر، کسی اجر کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ سے مربوط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کرتا ہے لیکن اکیلے اس راستے میں چل نہیں سکتا کیونکہ اللہ پاک کا حکم ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران:103)

''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے رسولوں کو بھیجا، پھر رسولوں کی آواز پر جن لوگوں نے لبیک کہا۔ کیا آپ انبیاء کی پکار دیکھیں گے؟ سیدنا عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کی پکار ہے:

﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں؟''

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں میرا مددگار ہوگا؟

﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾(الصف:14)

''حواریوں نے کہا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔''

پھر ایک گروپ تیار ہوگا اور اس گروپ کی کچھ خصوصیات ہیں۔ ان میں دو بنیادی خصوصیات ہیں، جو اللہ پاک نے اپنے کلام میں بیان کی ہیں ان میں پہلی خصوصیت تقویٰ ہے اور دوسری خصوصیت اخوت ہے۔ ''تقویٰ'' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور ''اخوت'' کا مطلب ہے بھائی چارہ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت، ان لوگوں سے محبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ محبت واجب ہو جاتی ہے جو کسی واجب کام کو ادا کرنے کے لیے ناگزیر ہو جائے۔ ایک ایک فرد جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اس کے ساتھ محبت رکھنا، اس کے ساتھ اخوت کا رشتہ قائم رکھنا ضروری ہے۔

نبی ﷺ نے مومنوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور لوگوں نے اپنی جائیدادیں بانٹ لیں تو یہ انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت کا رشتہ تھا۔ لوگوں نے اپنے گھر آدھے آدھے کر لیے، جن کے پاس ایک

سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے پیشکش کی کہ اگر آپ کے پاس بیوی نہیں ہے تو ہم اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اسے فارغ کر دیتے ہیں تا کہ آپ اس سے نکاح کر سکیں ایسی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وہ عظیم کام جو اخوت کے جذبے کے ساتھ ہوا وہ کام اس دور میں ہوا۔

اگر ہم دیکھیں تو نبی ﷺ کی دعوتی زندگی کے پہلے تین سال تو خفیہ دعوت تھی پھر مکہ میں آپ مزید دس سال رہے جن میں آپ ﷺ کی دعوت کے مواقع کو بہت زیادہ محدود کیا گیا۔ مواقع محدود ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اس کو استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور آپ کے ساتھیوں نے پوری ثابت قدمی کے ساتھ آپ ﷺ کو Follow کیا۔ اس دوران ہجرت حبشہ بھی ہوئی، اس دوران شعیب ابی طالب میں تین سال تک محصور بھی رہے، اس دوران آپ طائف بھی گئے، اس دوران آپ ﷺ کو آسمانی سفر بھی کروایا گیا، پھر ہجرت ہوئی اور دعوت کے لیے کھلے مواقع مل گئے۔

دعوت کے وہ مواقع جو آپ ﷺ کو آخری دور میں ملے یعنی ہجرت سے تقریباً دو تین سال پہلے اور ہجرت کے بعد تقریباً دس سال، اس دور میں دعوتی عمل میں بہت محنت کی گئی۔

اگر ہم دیکھیں تو ابتدائی دور کا کام سب سے عظیم تھا۔ بعد کے دور میں دعوت کا یہ سلسلہ گزشتہ تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے جاری تو ہے لیکن یہ دعوتی عمل ہے۔ اس عرصے کے دوران دعوتی کام بھرپور طریقے سے انجام نہیں دیا گیا جس طریقے سے پہلے دور میں انجام دیا گیا تھا۔ دعوت الی اللہ کا کام سب سے عظیم کام ہے اور نبی ﷺ نے باقی رسولوں کی طرح اس کام کو انجام دیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ نے ان کوششوں کو جاری رکھا اور آج تک دعوت الی اللہ کا یہ کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں میں شامل فرمالے (آمین)۔

جی کوئی سوال آپ کرنا چاہیں۔

طالبہ: استاذہ جب ہم دعوت دیتے ہیں تو ہمیں تین طرح کے لوگ ملتے ہیں۔ پہلی قسم: کے وہ لوگ ہیں جو اپنے حالات کی وجہ سے پہلے ہی پریشان ہوتے ہیں۔ جب ہم ان کو دعوت دیتے ہیں تو وہ جلدی Convince ہوجاتے ہیں۔ دوسری قسم: ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنی زندگی میں بہت خوش ہوتے ہیں۔ ان کو ہم دعوت دینے سے ہی رک جاتے ہیں یہ سوچ کر کہ انہوں نے تو قبول ہی نہیں کرنی۔ تیسری قسم: ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنی زندگی کی ذمہ داریوں میں اتنا الجھے ہوتے ہیں کہ انہیں دعوت دی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم چاہتے تو ہیں لیکن ممکن ہی نہیں۔

استاذہ: یعنی تین طرح کے لوگوں کے لیے ہم نے ڈایزئن خود بنالیا ہے، خود سے ہی فیصلہ کرلیا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اندر سے دعوت کے کام میں رکاوٹ آتی ہے۔ اور وہ اندر آپ کے اندر نہیں ہے بلکہ وہ ابلیس کی جانب سے آپ کو دعوت کے کام سے روکنے کے لیے مختلف وسوسے ڈالے جاتے ہیں کہ یہ بھی نہیں کرسکتا، یہ بھی نہیں اور یہ بھی نہیں یعنی کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

تو اصل میں Target Population کون سی ہے؟

یوں تو سب انسان ہیں لیکن انبیاء نے دعوت کا کام کن لوگوں پر سب سے زیادہ کیا؟

سرداروں کو سب سے زیادہ دعوت دی گئی۔ آپ ﷺ کی دعوت اور انبیاء کی دعوت کو سرداروں نے کم ہی قبول کیا لیکن سارے انبیاء کی پہلی دعوت ان لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں۔ جو Trend Setter ہوں اور کسی سوسائٹی میں اقتدار رکھتے ہوں یا خاص مقام رکھتے ہوں کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ 2% لوگ ہوتے ہیں لیکن اثر 98% پر ڈالتے ہیں۔ زیادہ تعداد یعنی 68% لوگ

Followers ہوتے ہیں جو بالکل بھیڑوں کی طرح بھیڑ چال میں مصروف رہتے ہیں اور بیچ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تیزی کے ساتھ اثر قبول بھی کرتے ہیں لیکن تھوڑا اثر پیچھے والوں پر بھی رکھتے ہیں یہ درمیانی قسم کی کلاس ہوتی ہے۔لہٰذا اگر 2% لوگوں پر کام کرنے کا موقع مل جائے تو باقی لوگوں پر زیادہ تیزی کے ساتھ اثر ہوجاتا ہے لیکن اس دعوت کو سیکھنے کے لیے زیادہ ہمت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ایسے طبقے پر کیسے اثر انداز ہوا جائے؟ انہیں ربّ کی طرف کیسے بلایا جائے؟

طالبہ: میرے ساتھ وہ معاملہ ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ تھا۔ میں جب کسی کو دعوت دیتی ہوں تو مجھے اپنے اندر منافقت محسوس ہوتی ہے کہ میں خود تو عمل نہیں کرتی۔

استاذہ: مثلاً کہاں عمل نہیں کرتیں؟ کوئی مثال دیجیے۔

طالبہ: جیسے اگر کسی کی طبیعت خراب ہو اور وہ چھٹی کرنا چاہے تو میں تواصوا بالحق کرتی ہوں اور اسے Convince کرتی ہوں اور اتنی اچھی طرح سے کرلیتی ہوں کہ وہ چھٹی نہیں کرتا لیکن میں خود چھٹی کرنا چاہوں اور مجھے کوئی سمجھائے تو میں اس کی بات نہیں مانتی پھر بھی چھٹی کرلیتی ہوں۔

استاذہ: اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے لیکن جب انسان کو احساس ہوتا ہے تو اسے استغفار بھی کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرنی چاہیے۔ اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کریں گی تو وہ موقع دیں گے (ان شاءاللہ)۔

دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات انسان کی کوئی مجبوری ایسی ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے کوئی کام کرنا ممکن ہی نہیں ہو پاتا تو حالات و واقعات مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ احساس ندامت ان شاءاللہ آپ کی مدد ضرور کرے گا کیونکہ نبی

ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ﴾ (ابن ماجہ: 4252) ''ندامت ہی توبہ ہے۔''

ندامت کا ہونا کتنا خوش آئند ہے کیونکہ ندامت ہوگی تو آپ اس چیز سے نکل آئیں گے۔اور یہ بھی دعوت الی اللہ کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی رحمت ہے (الحمدللہ)۔

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

Make A

Positive Impact on Community

Become A

Rooter or Seeder Today

النور انٹرنیشنل

انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ

لاہور، فیصل آباد، کراچی

www.alnoorpk.com | sales@alnoorpk.com | YouTube Nighat Hashmi

Nighat Hashmi | Alnoor International | +92 336 4033042/49